رسائل و مسائل

زکوٰۃ پر رشتے داروں کا حق

سوال: میری ایک بہن اور ایک نند بہت ضرورت مند ہیں (زکوٰۃ کی مستحق ہیں)۔ چونکہ میرا تعلق جماعت اسلامی سے ہے اس حوالے سے میں اعانت بھی دیتی ہوں اور اپنی محدود حیثیت کے مطابق کتابوں یا کیسٹوں کی شکل میں انفاق بھی کرتی ہوں۔ کبھی اللہ توفیق دے تو کوئی چھوٹا موٹا زیور کشمیر فنڈ میں یا کتابوں کی مد میں دیتی ہوں۔ میں نے یہ سنا ہے کہ رشتے داروں کو چھوڑ کر کہیں اور انفاق کرنے یا زکوٰۃ دینے سے وہ قبول نہیں ہوتی۔ آپ یہ بتائیں کہ اعانت اور دوسری چیزوں پر جو رقم انفاق کی حیثیت سے خرچ کرتی ہوں کیا وہ بھی اپنی نند اور بہن کو دیا کروں، جب کہ زکوٰۃ میں پہلے ہی انھیں دیتی ہوں؟

میری محدود آمدنی ہے اور اس سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ فی سبیل اللہ بھی کروں اور رشتے داروں کو زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ دوں۔ اس لیے درج ذیل سوالات کی وضاحت فرما دیں:

۱- کیا ان دونوں مستحقین کی موجودگی میں میرا کسی اور مد میں انفاق درست نہیں ہے؟

۲- کسی ایک کی مدد کرنا ہو تو نند اور بہن میں سے کس کو ترجیح دوں؟

۳- زکوٰۃ کی رقم سے ضرورت کی چیزیں خرید کر انھیں تحفتاً بھجواتی ہوں لیکن یہ ظاہر نہیں کرتی کہ یہ زکوٰۃ کی رقم سے لی گئی ہیں۔ کیا یہ بتانا ضروری ہے؟

۴- جان کے صدقے کے لیے فی سبیل اللہ یعنی کیسٹوں، کتابوں، رسائل کی مد میں خرچ کیا جا سکتا ہے؟

۵- کیا بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں زکوٰۃ سے اسکول کی فیس، یونی فارم، کتابیں وغیرہ میں مدد کی جا سکتی ہے؟

جواب: یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ زکوٰۃ و صدقات باقاعدگی سے ادا کر رہی ہیں اور اس سلسلے میں اپنے رشتے داروں کا بھی خیال رکھتی ہیں۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ زکوٰۃ او دوسرے نفلی

صدقات اپنی بہن اور نند کو دیتی رہیں۔ آپ کے علاوہ دوسرے صاحب استطاعت رشتے داروں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کا خیال رکھیں۔ زکوٰۃ و صدقات سے ان کی اعانت کریں۔ اگر اس سے ان کا گزارہ ہو سکتا ہے تو فبہا' ورنہ سب کو مل کر مزید اعانت کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ رشتے داروں کے ضروری اخراجات مال دار رشتے داروں کے ذمے ہیں۔

زکوٰۃ کا کچھ حصہ جہاد فی سبیل اللہ یعنی دعوت دین اور اقامت دین کی مد میں بھی دینا چاہیے اور رشتے داروں کی مزید اعانت اپنے مال سے بھی کرنی چاہیے۔ جس قدر زکوٰۃ کا حصہ جہاد کی مد میں دیا جائے اسی قدر اعانت اپنے مال سے رشتے داروں کی کرنی چاہیے۔ کچھ اپنے اوپر مزید بوجھ بھی ڈالنا چاہیے۔ اس طرح کرنے سے تمام حق داروں کا حق ادا ہو جائے گا۔

مذکورہ اصولوں کی روشنی میں آپ کے پانچ سوالات کا جواب بھی آ جاتا ہے جو درج ذیل ہے:

۱- ان دو مستحقین کی موجودگی میں آپ ان کو دوسروں پر ترجیح دیں۔ البتہ اقامت دین کے کام کے لیے کچھ حصہ ان لوگوں تک بھی پہنچانا چاہیے جو اقامت دین کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں اور اس سے ان کے حصے میں جو کمی آئے' اسے مال زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے مال سے یا رشتے داروں کے مال سے پورا کریں۔

۲- بہن کو نند پر ترجیح حاصل ہے۔ اگر آپ کے پاس دینے کے لیے ایک چیز ہو تو بہن کو مقدم رکھیں۔

۳- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے' ادا کرنے والے کی نیت ہی کافی ہے۔ جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے' اس کے لیے اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے جس طرح سے زکوٰۃ دے رہی ہیں' دیتی رہیں' لیکن یہ بھی نہ کہیں کہ یہ تحفہ ہے۔ یہ کہیں کہ یہ آپ کا حق ہے جو میرے مال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رکھا ہے' وہ آپ تک پہنچا رہی ہوں۔

۴- صدقہ فقرا و مساکین اور دین کے کاموں کی مالی اعانت کا نام ہے۔ دینی کتابیں اور جہاد فی سبیل اللہ بھی صدقے کا مصرف ہے۔ اس لیے آپ کتابیں لے کر دے دیں تو صدقہ ادا ہو جائے گا۔ جان کا صدقہ بکرا ذبح کرنا نہیں ہوتا بلکہ مذکورہ کاموں کی مالی اعانت ہوتی ہے۔

۵- جو بچے زکوٰۃ و صدقات کے مستحق ہوں انھیں تعلیمی ضروریات اور یونی فارم وغیرہ کے لیے بھی زکوٰۃ دے سکتی ہیں۔ لیکن اگر وہ مستحق زکوٰۃ نہ ہوں تو پھر اسکول کی یونی فارم اور کتابوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں لگتی (مولانا عبدالمالک)۔

اسلام، محض سنہرا خواب؟

محترم خرم مرادؒ نے جماعت اسلامی لاہور کی امارت کے دور میں جماعت کا ایک تعارف لکھا تھا جو بڑے پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ اس پر ایک ساتھی نے اپنا تاثر لکھا جس کا انھوں نے جواب دیا۔ یہ ہم شائع کر رہے ہیں۔ جواب سے ہی سوالات کی وضاحت ہو جاتی ہے (ادارہ)۔

ج: میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری تحریر "آپ جماعت اسلامی کا ساتھ کیوں دیں؟" پر اپنے خیالات کا صاف گوئی کے ساتھ اظہار کیا۔

آپ نے اس تحریر کو مبہم اور غیر ضروری معاملات پر مشتمل سمجھا ہے۔ آپ غور کریں تو بحیثیت مسلمان، امت مسلمہ کے مشن اور مقصد اور بنیادی فریضہ کو ادا کرنے کا پیغام، نہ مبہم ہے، نہ غیر ضروری۔ اگر کوئی فریضہ نماز کی ادائیگی کی دعوت دے تو نہ یہ مبہم ہے نہ غیر ضروری۔ یہی حیثیت اقامت دین کی دعوت کی ہے۔ اب یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ اس میں کیا بات غیر ضروری ہے یا غیر واضح۔ دوسری بات اس ملک و قوم کے امراض کی نشان دہی ہے۔ وہ بھی بہت واضح ہے اور ضروری امر ہے۔

اسلامی نظام کے ذریعے عام آدمی کے مسائل حل کرنے کی منزل کو آپ نے سنہری خواب سمجھا ہے۔ اول تو سنہری خواب دیکھے بغیر نہ فرد کوئی بڑا کام کر سکتا ہے، نہ جماعتیں اور قومیں۔ جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے آزادی کا خواب دیا تو ان کو بھی وہ سنہرا خواب ہی نظر آیا تھا۔ جب رسولؐ اللہ نے خانہ کعبہ میں اس دور کی پیش گوئی کی تھی، اور اس وقت لوگ بھی مٹھی بھر تھے اور طریق کار بھی غیر معلوم، کہ ایک عورت عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرے گی اور اس کو اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوگا، یا جب آپؐ نے سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہننے کی بشارت دی تھی، یا جب عدی بن حاتم سے یہ کہا تھا کہ ایک شخص سونا ہاتھ میں لے کر نکلے گا اور کوئی لینے والا نہ ملے گا، تو یہ سب سنہری خواب ہی لگے ہوں گے۔ اسی طرح ۱۹۴۵ء میں پاکستان بھی ایک سنہرا خواب ہی تھا۔ یقین اور عزم سے، اور جدوجہد سے، سنہرے خواب عملی جامہ پہن لیتے ہیں۔ کم ہمتی اور مایوسی سے ہونے والی چیزیں محض خواب ہی رہ جاتی ہیں۔ اگر گذشتہ ۴۰ سال میں کچھ نہیں ہو سکا تو وہ میرے اور آپ کے جیسے لوگوں کی اس روش کی وجہ سے ہی نہیں ہو سکا ہے کہ ہمارے کرنے سے کیا ہوگا؟ آج تک کون کیا کر سکا ہے؟ ہماری تحریر میں یہی دعوت ہے کہ اگر ہر وہ شخص جو اس دعوت کے حق ہونے کو مانے، اپنا فرض ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور تاویلات و عذرات کی پناہ گاہ میں نہ چھپے، تو ۴۰ سال کیا، ۴۰ ماہ میں بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

- آپ نے لکھا ہے کہ کون سی جماعت ہے جو دعویٰ نہیں کرتی، تو میرے بھائی، زندگی کے اور کس شعبے

میں، جہاں مدعی بہت ہوں لیکن کام ضروری ہو، یہ بہتات ہماری راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے؟ ڈاکٹر بہت سارے ہوتے ہیں لیکن مرض کا علاج کرنا ہوتا ہے تو ہم کسی نہ کسی ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ ہی لیتے ہیں۔ بیٹی کے کئی رشتے آجائیں تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھما ہی دیتے ہیں۔ پھر صرف دین کے فرائض کو ادا نہ کرنے کے لیے یہ بہتات سنگ گراں کیوں بن جائے!

نوجوانوں سے غلطیاں ہوں تو ان کا انکار نہیں، لیکن آپ کا یہ تاثر کہ جماعت، طلبہ کے ایک خاص طبقے کے ذریعے شورش، بے چینی اور بدامنی کی ذمہ دار ہے، کسی غلط فہمی یا غلط اطلاع کا نتیجہ ہے۔ یہ شورش اور بدامنی تو طلبہ کی جائز سرگرمیوں پر پابندی اور تعلیمی اداروں میں حکومت کے مسلح غنڈوں کے چھوڑے جانے کا نتیجہ ہے۔ جمعیت سے متعلق کوئی نوجوان غلطی بھی کر سکتا ہے لیکن جمعیت کا ایک عام نوجوان تو مطالعہ، کردار سازی، شب بیداری، اسٹڈی سرکل اور دعوت دین کے کام میں اپنی زندگی لگاتا ہے۔

آپ نے سیاست سے علیحدہ ہو کر فلاحی، تعلیمی اور اصلاحی کام کرنے کا مشورہ دیا ہے تو شاید اس لیے کہ آپ نے سیاست کے مفہوم پر غور نہیں کیا۔ فلاحی اور تعلیمی کام اگر تبدیلی معاشرہ کے لیے ہو تو سیاسی کام ہے، اور سیاست اگر اچھے معاشرے کی تعمیر کے لیے ہو تو فلاحی اور تعلیمی کام ہے۔ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ تعلیمی کاموں سے مقبولیت حاصل کر کے سیاست کی جائے تو اس کا مرحلہ کبھی نہ آئے گا۔ فلاحی مقبولیت کا اپنا مقام ہے، دینی مقبولیت کا اپنا۔ اور سیاست تو پھر جنرل ضیا یا پیپلز پارٹی جیسی جماعتوں کا اجارہ رہے گی۔

امید ہے آپ مندرجہ بالا گزارشات پر غور کریں گے تو صحیح راہ پائیں گے اور دل و جان سے اس مقصد کے لیے کام کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں گے جو جماعت کا مقصد ہے۔ زندگی بہت مختصر ہے، موت سر پر کھڑی ہے، کچھ کر لیجیے اس سے قبل کہ مہلت عمل ختم ہو جائے۔ قیل و قال کچھ کام نہ آئے گی، عمل ہی کم آئے گا (خرم مراد، اگست ۱۹۸۸ء)۔

ماہنامہ ترجمان القرآن

انٹرنیٹ پر دیکھا جاسکتا ہے

www.tarjumanulquran.com

E-mail: tarjuman@pol.com.pk